محفوظ فیصلہ غیر محفوظ عوام

تحریر: سہیل احمد لون

گزشتہ دنوں لندن پارلیمنٹ ہاؤس کے باہر دہشت گردی کا واقعہ رونما ہوا 82 سیکنڈ میں دہشت گرد کو مار دیا گیا مگر اس وقت تک وہ چار افراد کو اس دنیا سے رخصت کر چکا تھا۔ جس عورت کو سب سے پہلے اس نے اپنی گاڑی سے ٹکر ماری اور وہ دریائے تھیمز میں گر گئی تھی وہ بھی بالآخر حادثے کے دو ہفتے بعد زندگی کی بازی ہار گئی۔ یوں مرنے والوں کی تعداد پانچ ہو گئی۔ اس واقعہ کی اہمیت کچھ اس لیے بڑھ گئی تھی کیونکہ یہ برطانوی پارلیمنٹ ہاؤس کے سامنے پیش آیا۔ اس کے بعد برطانوی وزیر اعظم سمیت متعدد سیاسی اور سماجی شخصیات نے مرنے والوں سے یکجہتی کا اظہار مختلف طریقوں سے کیا۔ حالانکہ برطانیہ یورپین یونین کو خدا حافظ کہہ چکا ہے مگر اس کے باوجود یورپین ممالک کی طرف سے بھی اس واقعہ کی مذمت کی گئی اور برطانیہ کے ساتھ مکمل اظہار یکجہتی کا ثبوت بھی دیا گیا۔ دو برس قبل فرانس میں ہونے والی دہشت گردی کے سانحہ کے بعد تو درجنوں ممالک کے سربراہان مملکت نے فرانسیسی عوام کے ساتھ حقیقی ملین مارچ کر کے دنیا بھر کے دہشت گردوں کو یہ پیغام دیا کہ وہ دہشت گردی کے خلاف وہ سب ایک پیج پر ہیں۔ جہاں عوام کی جان و مال کی حفاظت ریاست اپنی اولین ذمہ داری سمجھے وہاں ایسے سانحات کے بعد وجوہات اور اسباب جاننے کی عملی کوشش کی جاتی ہے اور اس کے بعد ایسے اقدام کیے جاتے ہیں کہ آئندہ ایسے واقعات رونما ہونے کے کم سے کم مواقع پیدا ہوں۔ ہمارے ہاں تو شاید اب طبعی موت مرنے کا رواج کم ہو گیا ہے۔ غریب عوام معاشی اور بارودی دہشت گردوں کے ہاتھوں روزانہ مر رہی ہے۔ گزشتہ دنوں پارہ چنار میں بیس افراد لقمہ اجل بنے چند لمحے اس کا تذکرہ بریکنگ نیوز کی صورت میں کیا گیا مگر اس کے بعد جماعت اسلامی والوں کا کراچی میں سین پاٹ شروع ہو گیا تو میڈیا نے بیس افراد کی ہلاکت پر جماعت اسلامی کے ہلے گلے کو کوریج دینا شروع کر دی۔ اس کے بعد پارہ چنار منظر عام سے ہٹ گیا۔ انسانی جان ہمارے ملک میں اتنی ارزاں ہو گئی ہے کہ سرگودھا میں ایک نام نہاد پیر نے اپنے بیس مریدوں کی بلی چڑھا دی۔ کچھ دیر بعد ہم بھول گئے کہ بیس انسانوں کی جان ناحق لی گئی ہے۔ لاہور میں بیدیاں روڈ پر مردم شماری کرنے والے اہلکاروں پر خودکش حملہ ہوا جس کے نتیجے میں پانچ افراد شہید ہوئے۔ چند گھنٹوں بعد فوجی اہلکاروں کی نماز جنازہ ادا کر دی گئی جس روز لاہور میں یہ واقعہ ہوا تو اس وقت آرمی چیف سرکاری دورے پر لندن تھے اور ٹی وی پر ان کے بیان کے ٹکرز چل رہے تھے کہ ہم نے پاکستان کو دہشت گردی سے پاک کر دیا ہے اور دہشت گردوں کی کمر توڑ دی گئی ہے۔ ٹوٹی کمر والوں نے فوری جواب فوجی اہلکاروں کو بیچ سڑک میں نشانہ بنا کر دیا۔ غریب عوام بارودی یا معاشی دہشت گردی کا شکار ہو یا کوئی قدرتی آفات میں جان سے ہاتھ دھو بیٹھے ہمارا حکمران طبقہ مذمتی بیان داغ کر لواحقین یا زخمیوں کے لیے کچھ پیسوں کا اعلان کر دیتے ہیں جو اکثر جوش خطابت والے نعروں کی طرح بس زبانی حد تک ہی ہوتے ہیں۔ اپنے ملک کی عوام کی حالت دیکھ کر ترس آتا ہے بیچارے بنیادی سہولیات کو ترس رہے ہیں اور دوسری طرف چند خاندان ملک و قوم کی دولت لوٹ کر عیاشیاں کر رہے ہیں۔ برطانیہ میں کوئی لکھا ہوا آئین موجود نہیں اس کے باوجود لوگ غیر آئینی کام کرتے اس بات سے خوف کھاتے ہیں کہ کہیں وہ قانون

کی زد میں آ گئے تو عدالتی نظام نے بلا امتیاز انصاف کر دینا ہے۔ یہاں بسنے والوں کو نہ تو چیف جسٹس کی شکل کا پتہ ہے اور نہ ہی اس کے نام سے واقف ہیں، چیف جسٹس خبروں میں کبھی نہیں آتا مگر اس کا جسٹس ضرور نظر آتا ہے۔ برطانیہ میں برطانوی شناختی کارڈ کا رواج بھی نہیں ہے اس کے باوجود لوگ برطانوی شہری ہیں اور ووٹ بھی ڈالتے ہیں۔ مردم شماری بھی نہیں کرتے مگر اس کے باوجود ان کو پتہ ہے کہ کون پیدا ہوا اور کون دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اس کے لیے انہوں نے گھر گھر جا کر فارم پر کرنے کا تکلیف نہیں اٹھائی بلکہ اپنی لوکل کونسل کے ذمہ یہ کام لگا دیا ہے وہ اپنے علاقے میں بسنے والوں کا اندارج کرے۔ جرمنی میں تو ایک شہر سے دوسرے شہر شفٹ ہوئیں تو لوکل کونسل میں سب سے پہلے اندارج کروانا پڑتا ہے اور اپنی گاڑی کی پرانے شہر کی نمبر پلیٹ وہاں جمع کروا کر اس شہر کی لی جاتی ہے یوں انسان تو انسان ہر شہر میں کس کس کے پاس کونسی گاڑی ہے اس کا ریکارڈ بھی ان کے پاس ہوتا ہے۔ پاکستان کا نادرا کا سسٹم بہت جدید ہے اگر یہاں بھی اصلی جمہوریت ہو تو علاقے کے کونسلرز اور کونسل کے ذمہ یہ کام لگایا جا سکتا ہے اور اس کو جرمنی کی طرز پر کمپیوٹرائزڈ بھی کیا جا سکتا ہے۔ مگر شاید ہمارے حکمران طبقے کی خواہش ہی یہ ہے کہ عوام خوار ہوتی رہے۔ اس میں کوئی دو رائے نہیں کہ دنیا میں اس وقت دہشت گردی کی ایک لہر دوڑ رہی ہے اور ایسا واقعہ کہیں بھی رونما ہو سکتا ہے مگر افسوس اس بات کا ہے کہ ہمارے ملک میں انسانی جان بہت ارزاں ہو گئی ہے کسی جان کے ضیاع پر حکمران طبقہ چند پیسوں کا اعلان کر کے ان کی جان کی مزید توہین کرتے ہیں۔ مہذب معاشروں میں کوئی حکمران مرنے والوں کے لیے پیسوں کا اعلان نہیں کرتا بلکہ ان کے غم میں برابر کا شریک ہونے کا عملی مظاہرہ کرتے ہیں اور ایسے اقدام کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس سے آئندہ ایسے واقعات کی روک تھام ہو سکے۔ ہم خودکش حملہ آور کا سر تو ڈھونڈ لیتے ہیں مگر اس سرے تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے جہاں سے یہ تیار ہو کر آتے ہیں ان سہولت کاروں کو ہاتھ نہیں ڈالتے جو ان کے ہاتھ مضبوط کرتے ہیں۔ پانامہ لیکس کی پہلی برسی بھی گزر گئی، پانامہ کیس کے محفوظ فیصلے کا چہلم بھی گزر گیا اور پانامہ کیس سمیت اس میں ملوث افراد بھی محفوظ ہیں مگر غریب عوام بارودی اور معاشی دہشت گردوں سے محفوظ نہیں۔ سپریم کورٹ کے معزز جج صاحبان جانتے ہیں کہ پاکستان میں ایک چیف جسٹس کے بحال کروانے کیلئے دنیا کی تاریخ کی طویل ترین تاریخ چلائی گئی گو کہ بحالی کے بعد اُس چیف نے مختصر ترین وقت میں عوام کو ''رول'' کر رکھ دیا اور وہی لوگ جو اس کیلئے سالہا سال ذلیل و خوار ہوتے رہے یہ کہنے پر مجبور ہو گئے کہ

ایسے زخموں کا کیا کرے کوئی
جن کو مرہم سے آگ لگ جائے

افتخار چوہدری کو پاکستانی عوام نے بہت عزت دی لیکن اللہ انہیں اپنی پناہ میں رکھے انہیں نے اپنی حیثیت اور اوقات سے زیادہ عوامی توقعات کا خون کیا۔ درست بات ہے کہ طبقاتی معاشرے کی عدلیہ اور دوسرے ادارے بھی طبقاتی بنیادوں پر ہی اپنا کردار ادا کرتے ہیں۔ گزشتہ دنوں برادرم خواجہ جمشید امام نے ٹوئٹر کیا کہ ''لگتا ہے کہ چیف جسٹس کی بحالی کے بعد چیف جسٹس ہٹاؤ تحریک چلانی پڑے گی''۔ یقیناً انہوں نے ایسا فیصلے میں تاخیر کی وجہ سے کیا۔ آئی ایس پی آر کے مطابق افواج پاکستان بھی پانامہ کیس کی منتظر ہے۔ پوری قوم سولی پر لٹکی ہے۔ سوال یہ ہے کہ انتظار کس بات کا ہو رہا ہے۔ فیصلہ سنانا ہے یا فیصلہ کرنا تو نہیں۔ فیصلہ کرنے میں تاخیر تو سمجھ آتی ہے لیکن جب فیصلہ ہو چکا تو

اس کو سنانے میں تاخیر اپنی سمجھ سے باہر ہے اور پاکستانی قوم کی سمجھ سے بھی باہر ہے۔ اِن حالات میں اگر فیصلہ اور لیٹ کیا جاتا ہے تو کہیں فیصلہ لینے کیلئے عوام خود سپریم کورٹ نہ پہنچ جائے ہمیں اس وقت سے پہلے کچھ کر لینا چاہیے کیونکہ عوام دیکھ رہی ہے کہ فیصلہ محفوظ ہے جس کے نتیجہ میں عوام غیر محفوظ ہوتی جا رہی ہے۔

تحریر: سہیل احمد لون

سربٹن۔سرے

sohailloun@gmail.com

07-04-2017